© rasailojaraid.com

فرقہ واریت کوتقویت ملتی ہے۔ان فرقوں کے نمائندے کونسل میں اپنے اپنے فرقے کے نظریات اور حقوق کی حفاظت کواولیت دیتے ہیں۔اسلامی نظریاتی کونسل کوایک یونیورسٹی کی طرح خودمختار،علمی ادارہ بنایا جائے،کسی حکومتی اداروں یاوزارت کی دخل اندازی نہ ہو۔اس کا اپنابورڈ ہو،کونسل کے ارکان جدید یونیورسٹی کے پروفیسر حضرات کی طرح جدید زبانوں سے اور تحقیق وتالیف کے طریقوں سے واقف ہوں۔

ڈاکٹر محمد رفیق مرزا اسلام آباد

اسلامی نظریاتی کونسل دراصل پاکستان کا تھنک ٹینک ہے،اس کے ارکان کی بھی یہی حیثیت ہونی چاہئے،ایسے افراد جوفکری صلاحیت رکھتے ہوں اوراپنی سوچ اوررائے میں آزاد ہوں،اس کے ارکان اپنے اپنے شعبے میں نمایاں مقام رکھتے ہوں اوران کوسینیٹر کا درجہ اور مراعات حاصل ہوں۔اس کا تعلق براہ راست سینٹ آف پاکستان سے ہو۔اسلامی نظریاتی کونسل کو پاکستان میں اسلامی قانون کی ترویج وتعلیم کے سلسلے میں بھی کچھ کرنا چاہئے۔

مظفر حسین سالک اسلام آباد

اسلامی نظریاتی کونسل ایک خاص مقصد کے لئے بنائی گئی تھی۔آئین کی رو سے اس کا کام تھا کہ سات سال کے اندراپنی حتمی رپورٹ پیش کرے۔یہ پورٹ ۱۹۷۰ء میں مکمل ہوناتھی لیکن کونسل نے ۱۹۹۶ء میں یہ رپورٹ پیش کی،تاہم اس کے بعداب کونسل کی کوئی ضرورت نہیں رہی کیونکہ اسلامی نظریاتی کونسل اوروفاقی شرعی عدالت دونوں کے ذمہ ایک ہی کام ہے کہ کون سا قانون شریعت کے خلاف ہے۔اس کام کے لئے ایک ادارہ کافی ہے۔جب اسلامی نظریاتی کونسل بنائی گئی تھی،توتحقیق کے کاموں کے لئے اس کے ساتھ کچھ ادارے بھی قائم کئے گئے تھے،جن میں ادارہ تحقیقات اسلامی (کراچی)، ادارہ ثقافت اسلامیہ (لاہور) اور اسلامی اکیڈمی (ڈھاکا) شامل تھے۔بعد میں یہ ادارے علیحدہ ہوگئے۔اس وقت ادارہ تحقیقات اسلامی اورادارہ ثقافت اسلامیہ کے ساتھ ساتھ وزارت مذہبی امور میں بھی ایک شعبہ تحقیق قائم ہے۔یہ سب ادارے ایک ہی طرح کے کام کررہے ہیں اوراس طرح ملک کا بیش قیمت بجٹ دوہرے اخراجات برداشت کررہاہے۔ضرورت ہے کہ ان اداروں کویکجا کرکے نظریاتی کونسل کے تحت کردیا جائے۔اسلامی نظریاتی کونسل ملک کا سب سے اہم شرعی ادارہ ہے،اس کا نام بدل کردارالافتاء رکھ دیا جائے اوراس میں ملک کے تمام نامور مفتی حضرات کورکن بنایا جائے جیسا کہ دوسرے اسلامی ممالک میں ہوتا ہے۔

منیر احمد مغل (رکن اسلامی نظریاتی کونسل)لاہور

اسلامی نظریاتی کونسل کی اپنے قیام سے لےکراب تک کی کارروائی ایک جہد مسلسل ہے۔کونسل اپنے فرائض منصبی کوپوری ذمہ داری اورتن دہی سے سرانجام دے رہی ہےاس کے باقاعدہ اور ہنگامی اجلاس منعقد ہوتے رہتے ہیں،جن میں مسائل پیش ہوتے ہیں۔سارے اراکین بغور مطالعہ کرتے ہیں۔بہت بڑی لائبریری ہے۔تحقیق کے لئے لائق ریسرچ سکالرز موجود ہیں۔

بھرپور آزادانہ بغیر کسی دباؤ کے بحث ہوتی ہے۔صبر وتحمل سے ہرایک کی بات سنی جاتی ہے پھر اکثریت کے اصول پر فیصلہ ہوتا ہے، جو رائے بنتی ہے وہ متعلقہ ادارے کوبھیج دی جاتی ہے۔کونسل کی رپورٹیں شائع ہوتی ہیں۔جن میں تحقیقی اداروں اور ریسرچ سکالرز کے لئے بڑا مواد موجود ہے۔کونسل کی لیگل کمیٹی تمام قوانین کا جائزہ لے رہی ہے کہ وہ قرآن وسنت کے منافی تونہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل کوموثر بنانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کی کارکردگی آسان زبان میں عوام تک بھی پہنچے،تاکہ لوگ دیکھ سکیں کہ کیا سوال تھا کیا مشورہ دیا گیااوراس پر کب اور کیا عمل ہوا۔اس پر خصوصی اشاعات ہوں،مقالات لکھے جائیں اور ریڈیواور ٹیلی ویژن اور دیگر ذرائع ابلاغ میں باقاعدہ بحث مباحثہ ہوتے رہیں تاکہ مسئلہ کے زیادہ سے زیادہ پہلو، گوشے،زاویئے ظاہری اور باطنی سامنے آسکیں۔کھل کر بات ہواور صحیح اصولوں پر بات کو پرکھا جاسکے۔ملکی اور غیر ملکی علوم وفنون کے ماہرین کی آراء بھی لی جائیں بلکہ یہ سلسلہ باقاعدہ قائم رہےاور جدید تحقیقات سے بھی استفادہ کیا جائے۔اس طرح یہ ایک فعال ادارہ بن جائے گا۔یونیورسٹی کے پی ایچ ڈی کے طلباء کوبھی استفادہ کرنا چاہئے وہ آئیں اور یہاں تحقیق کریں،کونسل انہیں سہولیات مہیا کرے۔ بیرون ملک کی یونیورسٹیوں اور ماہرین علم وفن سے بھی استفادہ کرنا چاہئے۔

اب تک اسلامی نظریاتی کونسل کی ۲۱ سالانہ رپورٹیں شائع ہوئی ہیں، جب کہ قوانین کی اسلامی تشکیل کے بارے میں ۳۶ رپورٹیں کونسل نے حکومت کوبھجوائی ہیں۔

معیشت کی اسلامی تشکیل پر ۸ رپورٹیں شائع ہوچکی ہیں اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ربا جیسے پیچیدہ مسئلہ پر دنیا میں سب سے زیادہ کام اسلامی نظریاتی کونسل نے کیا ہے، جس کی معیشت کی رپورٹوں کے انگریزی اور عربی میں تراجم بھی ہوچکے ہیں۔نظام تعلیم کے سلسلے میں کونسل نے ۱۹۸۲ء سے ۱۹۹۳ء تک کی جملہ سفارشات کو ایک رپورٹ کی شکل میں شائع کیا ہے، جب کہ معاشرتی اصلاحات کے سلسلے میں میں ۳ رپورٹیں اردو میں ا رپورٹ انگریزی میں شائع ہوچکی ہے۔اسی طرح ذرائع ابلاغ عامہ کی اصلاح کے بارے میں بھی کونسل کی جانب سے ایک رپورٹ شائع کی جاچکی ہے۔ یہاں ایک چیز کا ذکر ضروری ہے کہ حکومت کے مختلف محکمے کونسل کومختلف سوالات بھیجتے رہتے ہیں تاکہ اسلامی نظام کی روشنی میں جوابات حاصل کرکے ان کو نافذ کیا جاسکے۔اس سلسلے میں کونسل نے ۱۹۶۲ء سے ۱۹۸۹ء تک اور ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۱ء تک جومختلف استفسارات کے جوابات بھیجے تھے،ان کی بھی دو رپورٹیں شائع ہوچکی ہیں۔میں پچھلی کونسل تک اس کا رکن تھا اور کونسل نے ایک کمیٹی میری سربراہی میں بنائی تھی،جس کا کام جیلوں میں اصلاحات تھا۔ہم نے جیلوں کے دورے بھی کئے اور ایک رپورٹ لکھی جوتقریباً ۵،۶ سوصفحوں کی ہے جوملکی اور بین الاقوامی قوانین اور ضابطوں کی روشنی میں تیار کی گئی ہے، جوعنقریب شائع ہورہی ہے۔اسی طرح ۱۹۹۰ء کی کونسل میں جب میں رکن تھا تو رائج الوقت قوانین کی اسلامی تشکیل کے سلسلے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں کام جس کمیٹی کو سپرد ہوا میں اس کا کنوینر تھا اور ۱۷۹۶ء سے ۱۹۷۳ء تک کے قوانین کا میں نے جائزہ لے کر کمیٹی سے تصدیق کروا کر کونسل کو رپورٹ پیش کی گئی، جو ۱۹۹۶ء میں منظور ہوئی اور فائنل رپورٹ کی شکل میں شائع ہو کر ۱۹۹۷ء (اوائل) میں پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں میں پیش ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ قانونی کمیٹی نے جس کا میں کنوینر تھا ۱۹۷۳ء کے بعد کے قوانین کا بھی جائزہ لے کر اپنی تجاویز حکومت کو بھجوادی ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل صرف مشاورتی ادارہ نہیں ہے، آئین کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ ان رپورٹوں کو پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور پارلیمنٹ اس چیز کی پابند ہے کہ ان رپورٹوں پر غور وخوض کرنے کے بعد دو سال کی مدت میں اس کی نسبت سے قوانین وضع کرے گی۔ اب یہ ایک آئینی ذمہ داری ہے اور پارلیمنٹ جیسے بڑے ادارے کو سمجھانے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ پارلیمنٹ سے کام لینے کے لئے کوئی اور بڑا ادارہ نہیں بنایا جا سکتا۔ اب قوم کو چاہئے کہ وہ پارلیمنٹ سے سوال کرے کہ وہ کس حد تک اپنے ان مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی ہے، جس کے لئے انہیں چنا جاتا ہے۔ میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ چونکہ پارلیمنٹ اجماع امت کا ادنیٰ سا تصور ہے لہذا ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ پارلیمنٹ کا ادارہ فعال بنے اور اسلامی نظریاتی کونسل کو فوقیت دینے کی بجائے اسے پارلیمنٹ کا ذیلی ادارہ ہی ہونا چاہئے کیونکہ اگر اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو فیصلہ تصور کر کے فوقیت دی جائے تو پارلیمنٹ کا کوئی جواز نہیں رہتا۔

اسلامی نظریاتی کونسل کو مزید مؤثر ادارہ بنانے کے لئے اصولی طور پر یہ ہونا چاہئے کہ جوں ہی کوئی قانون پارلیمنٹ میں پیش ہو تو وہ اس کی نقل اسلامی نظریاتی کونسل کو بھجوائے۔ پارلیمنٹ کو چاہئے کہ وہ ہر بل کی تین تین ریڈنگز کرے اور جس دوران وہ ریڈنگز کریں اتنی دیر میں اسلامی نظریاتی کونسل اسلامی احکام کی روشنی میں اس قانون کی مختلف شقوں پر اپنی رائے دے سکے۔ اس کے علاوہ ہر قانون کو عوام الناس میں مشتہر ہونا چاہئے کونسل جو تجویز دے اس کو بھی مشتہر کیا جائے اس کے بعد پارلیمنٹ قانون سازی کرے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے موجودہ قواعد میں ترمیم ہونی چاہئے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی پبلیکیشنز کو عام کیا جائے اور خفیہ نہ رکھا جائے تا کہ لوگوں کے اعتراضات کے بعد ان میں ترمیم کی جاسکے۔ جتنی پاکستانی یونیورسٹیوں میں قانون اور معاشرتی علوم کے مضامین پڑھائے جاتے ہیں، انہیں چاہئے کہ کونسل پر تحقیقی کام کریں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمود الحسن عارف

اسلامی نظریاتی کونسل بنیادی طور پر مختلف مکاتب فکر کے لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے اور ان کی اہلیت کے لئے کوئی خاص قاعدہ یا میرٹ مقرر نہیں ہے، اس لئے شروع سے ہی یہ ادارہ سیاسی لوگوں کی پسندیدہ آماجگاہ بنا رہا ہے، اسی لئے اسلامی نظریاتی کونسل کی اب تک کی کارکردگی بہت اچھی نہیں رہی، اس کے باوجود کونسل نے بعض سفارشات بڑی محنت اور عرق ریزی سے تیار کی ہیں مگر انہیں کبھی عملی جامہ پہنانا نصیب نہ ہوا۔ فی الوقت یہ کونسل جدت پسندوں کا اکھاڑہ بن گئی ہے اور اس میں ایسے لوگ جمع ہیں، جن کی رائے پر قوم کو اعتماد ہے اور نہ ہی ان کے اجتہادات پر لوگ اعتماد کرتے ہیں۔

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ کیا ہونا چاہئے، تو ہمارا خیال ہے کہ اگر اسلامی نظریاتی کونسل کو فعال ادارہ بنانا ہے، تو اس کے ارکان کی اہلیت کے لئے کوئی معیار مقرر کرنا ہوگا، جس میں ان کی تحقیقی اہلیت کو پیش نظر رکھا جائے اور ممبران کے انتخاب کے لئے کوئی سلیکشن بورڈ ہونا چاہئے، جو ان کی اہلیت دیکھ کر صدر مملکت سے ان کے تقرر کی سفارش کرے اور اسلامی نظریاتی کونسل کو کوئی واضح لائحہ عمل دیا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے برعکس دس یا پندرہ افراد کو اہلیت کی بنیاد پر قومی اسمبلی اور سینٹ میں شامل کیا جائے، جس طرح ٹیکنو کریٹس کو شامل کیا جاتا ہے اور کوئی قانون ان کی منظوری اور شمولیت کے بغیر تشکیل پذیر نہ ہو سکے۔

جاوید احمد غامدی لاہور

اسلام کے بارے میں جو شکوک وشبہات یا سوالات اس وقت دنیا میں پیدا ہو رہے ہیں، ان میں سے بیشتر کا تعلق فقہ وشریعت ہی سے ہے۔ جہاد وقتال کی حدود وشرائط، نظم سیاست اور اس میں شوریٰ کی نوعیت، نظم معیشت اور سودی نظام کے مسائل، خواتین کے حوالے سے پردہ، تعدد ازواج اور طلاق وغیرہ کے احکام، شہادت اور دیت کے بارے میں قوانین، قتل، زنا چوری اور ارتداد جیسے جرائم کی سزائیں، موسیقی، مصوری اور دیگر فنون لطیفہ کی شرعی حیثیت اور اس نوعیت کے متعدد موضوعات ہیں جن کے بارے میں سوالات زبان زد عام ہیں، ہمارے علماء کے پاس چونکہ ان سوالوں کے تسلی بخش جواب نہیں ہیں، اس لئے یہ تصور قائم کیا جا رہا ہے کہ اسلامی شریعت عہد رفتہ کی یادگار ہے۔ تمدن کے ارتقاء کے نتیجے میں انسانوں کے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں جو تغیرات ہوتے ہیں، یہ ان سے ہم آہنگ ہونے کی صلاحیت سے محروم ہے چنانچہ دور جدید میں اسے ریاستی سطح پر نافذ کرنا ممکن نہیں ہے۔

اس تناظر میں اسلامی نظریاتی کونسل سے مقصود اصل میں یہی ہے کہ وہ اولاً اسلامی شریعت کے بارے میں پائے جانے والے شکوک وشبہات کو رفع کرے۔ ثانیاً اجتہادی معاملات کو متعین کرے اور ان میں اپنی اجتہادی آراء سے قوم وملت کو آگاہ کرے۔ ثالثاً پارلیمنٹ کی رہنمائی کے لئے انفرادی اور اجتماعی معاملات کے بارے میں قوانین کو مرتب کرے۔

یہی وہ تقاضے ہیں، جنہیں مصور پاکستان علامہ اقبال نے قیام پاکستان سے پہلے ہی محسوس کر لیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب Reconstruction of Religious Thought in Islam میں اسے موضوع بنایا اور اس امر کا اظہار کیا کہ شریعت کا جو ڈھانچہ اس وقت موجود ہے، وہ نہ اسلام کی دعوت کیلئے موزوں ہے اور نہ اس کے نفاذ کیلئے۔ انہوں نے ان اہم عملی مسائل کی فہرست بندی بھی کی، جن کا شریعت کے اس پیش کردہ ڈھانچے میں کوئی حل بیان نہیں ہوا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب سوال یہ ہے کہ کیا اسلامی نظریاتی کونسل ان ضرورتوں کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتی ہے، تو میرے نزدیک اس کا جواب نفی میں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا نظام تعلیم ایسے جید علماء تیار کرنے سے قاصر ہے، جو دور جدید کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے اہل ہوں۔ یہ نظام تعلیم تقلید جامد کے اصول پر قائم ہے، اس کا اصرار ہے کہ دین کی تعبیر وتشریح کے حوالے سے قدیم علماء کا کام ہر لحاظ سے مکمل ہے، ان کے کام کی تفہیم اور شرح ووضاحت تو ہوسکتی ہے، مگر اس پر نظر ثانی کی کوئی گنجائش نہیں۔ دور اول کے فقہاء نے جو اصول وقوانین مرتب کئے ہیں، وہ تغیرات زمانہ کے باوجود قابل عمل ہیں، اس ضمن میں تحقیق واجتہاد کی نہ ضرورت ہے اور نہ اس بات کا اب کوئی امکان کہ کوئی شخص مجتہد کے منصب پر فائز ہو سکے۔ ہمارے علماء اسی نظام تعلیم کی پیداوار ہیں، چنانچہ وہ اپنی انفرادی حیثیت میں ہوں یا کسی ادارے کی صورت میں مجتمع ہو کر اپنے فرائض انجام دے رہے ہوں، وہ اس کی اہلیت ہی سے محروم ہیں کہ اسلامی شریعت کی شرح ووضاحت کرسکیں یا جن معاملات میں شریعت خاموش ہے ان کے بارے میں اپنی آراء پیش کرسکیں یہی علماء اسلامی نظریاتی کونسل کا حصہ ہیں، لہٰذا اس ادارے یا اسطرح کے کسی دوسرے ادارے سے اس کی توقع رکھنا عبث ہے کہ اسلامی شریعت کے بارے میں ان سوالات کا جواب دے سکیں، جو ذہین مسلمان عناصر کی جانب سے اٹھائے جارہے ہیں اور ان شکوک وشبہات کو رفع کرسکیں، جن کا اسلام کو عالمی سطح پر سامنا ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی کارکردگی کا جائزہ اگر اس پہلو سے پیش نظر ہے کہ آیا اس نے ایسے قوانین مرتب کئے ہیں، جو اسلامی شریعت کے عین مطابق ہیں اور دور حاضر کی ضرورتوں کو ہر لحاظ سے پورا کرتے ہیں، تو اس کی کارکردگی صفر ہے۔ لیکن اگر اس زاویئے سے دیکھا جائے کہ اس نے موجودہ زمانے کے مسائل سے قطع نظر روایتی مذہبی افکار کی روشنی میں قوانین کی تدوین کیلئے اپنی سفارشات پیش کی ہیں، تو اس کی کارکردگی سو فیصد ہے۔

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ اسے ایک مؤثر ادارہ کیسے بنایا جائے تو اس کیلئے تین اقدامات ناگزیر ہیں:

۱- مذہبی نظام تعلیم کی اصلاح کی جائے تاکہ وہ ایسے علماء پیدا کرسکے، جو حقیقی معنوں میں اسلامی قانون کی تدوین کا فریضہ انجام دے سکیں۔

۲- کونسل کی رکنیت کے لئے میرٹ کو بنیاد بنایا جائے۔

۳- پارلیمنٹ کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ اس کی سفارشات پر بحث کرکے ان کے ردوقبول کا فیصلہ کرے۔

مفتی منیب الرحمن کراچی

یہ ایک آئینی ادارہ ہے، جب تک آئین قائم ہے، یہ ادارہ قائم رہے گا۔ یہ ہمارے ملک کی بنیادی آئینی ضرورت ہے، جب تک ہمارا آئین آرٹیکل 2 کے مطابق کتاب وسنت کے مطابق قوانین کی تشکیل کا پابند ہے، تب تک اس کی ضرورت باقی ہے چونکہ قوانین کی تشکیل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وتدوین ایک مسلسل اور جاری رہنے والا عمل ہے لہٰذا ادارے کو آئینی، اخلاقی اور شرعی طور پر جاری رہنا ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ جب یہ ایک مشاورتی ادارہ ہے اور اس کے مشورے کو مانا نہیں جاتا تو پھر اس کا کیا فائدہ ہے؟ اگر پارلیمنٹ اس پر غور نہیں کرتی تو یہ ادارے کی خرابی نہیں بلکہ پارلیمنٹ کی خرابی ہے۔ یہ فرائض سے غفلت ہے۔ اس کے لئے پارلیمنٹ عوام الناس اور اللہ کے سامنے جوابدہ ہے۔

آئین میں اسلامی نظریاتی کونسل کے اراکین کی تعداد متعین کی گئی ہے۔ اس تعداد کو پورا ہونا چاہئے۔ اہلیت کا تعین کرنا بھی آئین کا تقاضا ہے۔ اگر تشکیل کنندہ اس کی پاسداری نہیں کرتا، تو وہ اس کی روح کے خلاف ہے۔ ہمارے ملک میں قصاص اور حدود کے قوانین اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے آئے، اسی طرح عائلی قوانین کے حوالے سے بھی سفارشات پیش کی تھیں۔ قرآن وسنت کے مطابق یہ ہونا چاہئے۔ معاشی نظام کے حوالے سے اسلامک بینکنگ کا تصور سامنے آیا۔

قوانین پر نظر ثانی کا کام بہت اہم ہے۔ ورکنگ پیپر موجود ہے، جو کسی بھی وقت حکومت کے لئے کار آمد ہوگا، جو یہ کہتے ہیں کہ یہ ادارہ غیر مؤثر ہے، بالکل غلط ہے، جب کہ سیاستدان پارلیمنٹ کے اندر چیخ چیخ کر کہتے کہ پارلیمنٹ بے اثر ادارہ ہے۔ اسی طرح عدلیہ کے بہت سے فیصلوں پر عمل درآمد نہیں ہوا، لیکن کوئی نہیں کہتا کہ عدلیہ کو ختم کردو لہٰذا ضروری ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے قانونی اور اخلاقی معیار کو برقرار رکھا جائے۔ اس کی اصلاح کی جائے، نہ کہ اس ادارے کو تحلیل کرنے کی باتیں کی جائیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی اہمیت مسلم ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

> ہمارا نظام تعلیم ایسے جید علماء تیار کرنے سے قاصر ہے، جو دور جدید کی ضرورت کو پورا کرنے کے اہل ہوں۔ یہ نظام تعلیم تقلید جامد کے اصول پر قائم ہے، اس کا اصرار ہے کہ دین کی تعبیر وتشریح کے حوالے سے قدیم علماء کا کام ہر لحاظ سے مکمل ہے، اس پر نظر ثانی کی کوئی گنجائش نہیں۔

کونسل کو مزید مؤثر بنانے کے لئے اسے خود مختار ادارہ ہونا چاہئے۔ اسے مشورہ دینے کے ساتھ جواب طلبی کا بھی حق ہونا چاہئے۔ اس کے ساتھ معیارات کی پابندی ہونی چاہئے تاکہ اس کا علمی وتحقیقی معیار مجروح نہ ہو۔

محمد حنیف طیب کراچی

اسلامی نظریاتی کونسل نے ۲۷ رپورٹیں پیش کی ہیں۔ اب موجودہ کونسل نے ایک ویب سائٹ جاری کی، اس پر وہ تمام رپورٹس موجود ہیں، جن سے عوام الناس کو پتا چلے گا کہ اس میں کیا کیا سفارشات حکومت کو پیش کی گئی ہیں، جن پر عمل نہیں ہوا مثلاً ربا یعنی سود کے حوالے سے جو تجاویز اور سفارشات حکومت کو دی گئی ہیں، ان پر آج تک عمل درآمد نہیں ہوا، یہ کمزوری کونسل کی نہیں بلکہ حکومت کی ہے کیونکہ دین کے نفاذ کے معاملے میں حکومتیں مخلص نہیں رہی ہیں۔ یہ ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔ اسی طرح بسنت کے حوالے سے بھی اسلامی نظریاتی کونسل نے بہت پہلے سفارشات پیش کی تھیں لیکن ان پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ لوگ ہم سے سوال کرتے ہیں کہ اسلامی نظام کا نفاذ کیسے ہوگا؟ اگر وہ ویب سائٹ پر اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کا مطالعہ کریں، تو ان پر اس کی اہمیت واضح ہوسکے گی۔ یہ کوئی فرقہ وارانہ ادارہ نہیں، اس میں ہر طبقے کی نمائندگی موجود ہے اور اتفاق رائے سے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس ادارے میں جبر کا پہلو نہیں ہے۔ معاشرے میں پائی جانے والی خرابیوں کا حل ان سفارشات میں موجود ہے۔ میڈیا کو چاہئے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی پیش کردہ ان ۲۷ رپورٹس کو عوام کے سامنے لائے تاکہ اس سے استفادہ کیا جاسکے۔

۲۰ رکنی کمیٹی کی جگہ نظریاتی کونسل کے ۱۲ ارکان ہیں، کورم نامکمل ہے۔ ڈیڑھ سال سے سن رہے ہیں کہ مزید ۸ ارکان آرہے ہیں۔ حکومت کی طرف سے ۲۳ سوالات بھی آئے، جن میں اکثر کے جوابات دئے گئے کیونکہ بعض سوالات بہت تشنہ تھے جیسے کہ حسبہ ایکٹ کے حوالے سے سوال تھا۔ چاروں صوبوں میں احتساب یکساں ہونا چاہئے، جیسے کہ وفاق میں موجود ہے۔ اگر وفاق اور صوبوں کے نظام میں کوئی اصلاح مقصود ہے، تو اسلامی نظریاتی کونسل اس بارے میں بھی سفارشات مرتب کرے گی۔

اسی طرح قرآن سے شادی ایک مسئلہ اور اصطلاح ہے، جو زیادہ تر سندھ کے دیہی علاقوں میں ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ قرآن کی توہین کے زمرے میں آتا ہے، کونسل نے اس پر غور کرکے جو رائے دی تھی اسے تسلیم کیا گیا۔ یہ قرآن کی توہین ہے۔ اس کے جو ثمرات عوام میں آنے چاہئے تھے، وہ نہیں آسکے۔ سفارشات ہر موضوع پر موجود ہیں۔ بات عمل درآمد کی ہے۔ وزیر اعظم کو آگاہ کیا گیا۔ رپورٹس کے تمام مسودات پیش کئے گئے۔ تاہم ان کو تجویز دی تھی کہ ایک افسر مقرر کردیں کہ ان سفارشات پر کتنا عمل ہوا ہے لیکن اس پر بھی عمل درآمد نہیں ہوا۔ کونسل کو مؤثر طریقے سے کام کرنے کے لئے وسائل فراہم کئے جائیں تاکہ چاروں صوبوں میں مذاکرے کرنے کے بعد سفارشات مرتب کرسکے لیکن ایسے وسائل کونسل کے پاس موجود نہیں ہیں، لہٰذا اس کو مؤثر بنانے کے لئے نیم خود مختار ادارہ ہونا چاہئے۔

پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد کراچی

یہ ادارہ مؤثر کردار ادا کرنے میں اس لئے ناکام رہا کہ پہلے دن سے ہی اس کو مفلوج بنادیا گیا۔ اس کی ذمہ داریاں صرف مشاورت تک محدود رکھی گئیں، جب کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی اہمیت مسلمہ ہے۔ یہ ادارہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے دائرے کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔ عصر حاضر میں جدید چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس ادارے میں ایک تحقیقی سیل بنایا جائے۔ یہ تمام علماء کی متفقہ کونسل ہے، اس کے لئے وسائل فراہم کئے جائیں۔ اس کو فعال بنانے کے لئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس میں دارالترجمہ بنایا جائے، تاکہ اسلام پر معترضین کا صحیح اور مؤثر جواب دیا جاسکے۔ قانون کی اسلامی حوالوں سے رہنمائی کے لئے یہ ملک کی سب سے بڑی سپریم باڈی ہے اور اسے اس کا درجہ ملنا چاہیئے۔ اسلام کے دفاع کے لئے اسے مضبوط اور پائیدار ادارہ ہونا چاہیئے۔ صدر مملکت پابند کریں کہ اس کی سفارشات بروقت اسمبلی میں پیش کی جائیں، اس کے بعد قانون سازی کا مرحلہ صحیح معنوں میں استوار کریں۔ عصر حاضر میں اسلام کو دہشت گرد مذہب کہا جارہا ہے، ان اسباب کا جائزہ کونسل لے اور اس کا سد باب کرے۔

سماجی برائیوں کے خاتمے کے لئے کونسل کو قانون سازی کا اختیار بھی دیا جائے، اسے مکمل با اختیار ادارہ بنا کر معاشرے میں اسلامی قوانین کے حوالے سے قانون سازی کا اختیار ملنا چاہیئے۔ کونسل کو سماجی برائیوں کے خلاف قانون سازی کا اختیار دیا جائے۔ یہ ادارہ معاشرے میں سے سماجی برائیوں کا سد باب اور اصلاح کرسکتا ہے۔

اگر اسلامی نظریاتی کونسل کو معاشرے میں پائی جانے والی برائیوں کے خاتمے کے لئے فرائض سونپ دیئے جائیں، تو کافی حد تک اصلاح معاشرہ کا عمل ہوسکتا ہے۔ اب تک جتنی رپورٹس مرتب ہوئی ہیں، اگر تمام مکتبہ فکر کے لوگ ان رپورٹس کا مطالعہ کریں، تو اس سے بڑی حد تک فیض یاب ہوسکتے ہیں کیونکہ یہ رپورٹس عام آدمی کی دسترس میں نہیں پہنچتیں۔ اگر ان رپورٹوں کو کتابی شکل دیں تو اس سے کافی حد تک مفید کام لیا جاسکتا ہے۔

حاذق الخیری کراچی

اس میں کم از کم دو ایسے افراد ہوں گے، جو سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے جج رہے ہوں۔ اس کے ممبران میں ایک خاتون اور چار اسکالرز ہیں، جنہوں نے کم از کم پندرہ سال تک کسی ادارے میں تحقیقی کام کیا ہو۔ اب اس کے اراکین کی کم سے کم تعداد ۸ اور زیادہ سے زیادہ ۲۰ رکھی گئی ہے۔ اس وقت چیئرمین سمیت ۱۲ ممبران ہیں۔

میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ کونسل نے جو سفارشات مرتب کی تھیں، ان پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حسبہ بل پر سفارشات کا مسودہ گورنر سرحد کو بھیجا گیا تھا، اس پر کونسل نے مکمل بحث کی تاہم ان پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ فقہ جعفریہ نے اس بل کی مخالفت کی ہے کیونکہ اس بل میں فقہ جعفریہ کو مکمل نظر انداز کیا گیا تھا۔ اس کے لئے باقاعدہ صوبائی محتسب کا قانون موجود ہے جیسا کہ دیگر صوبوں میں یہ قانون رائج ہے۔ حسبہ ایکٹ کا معاملہ جب سپریم کورٹ میں گیا، تو وہاں سے یہ فیصلہ دیا گیا کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے جو سفارشات مرتب کی ہیں، اگر ان پر عمل درآمد ہوتا تو یہ بل صحیح طریقے سے پاس ہوتا لیکن سرحد کی صوبائی حکومت نے اس فیصلے کو نہیں مانا۔

دستور میں کونسل کو ایک مشاورتی ادارہ قرار دیا گیا ہے، اگر مزید اختیار دینا چاہتے ہیں، تو اس کے لئے آئین میں ترمیم کرنی پڑے گی۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کی ضرورت ہوگی۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ ملک میں پارلیمنٹ موجود ہے، وہ خود ایک اجتہاد کا ادارہ ہے کیونکہ پارلیمنٹ میں اکثر اراکین مسلمان ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو کونسل کی سفارشات پر عمل درآمد ہوسکتا ہے۔ دستوری ترمیم سے بڑے مسائل پیدا ہوں گے۔

علامہ سید آل احمد بلگرامی کراچی

جہاں تک کونسل کے مؤثر ہونے کا تعلق ہے، تو اس کی اثر پذیری حکومت کی پالیسیوں اور نیت سے مشروط ہے۔ اس کیلئے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ کیا مقتدر حلقے اسلامی قوانین کا نفاذ چاہتے ہیں یا نہیں۔ اگر حکومت ہی نہیں چاہتی تو کونسل کی کارکردگی صرف کتابوں اور رپورٹس میں نظر آسکتی ہے مگر عملی صورت میں کہیں نظر نہیں آئے گی، کیونکہ کونسل خود اپنی سفارشات کو نافذ کرنے یا باز پرس کرنے کا اختیار نہیں رکھتی۔

اسلامی نظریاتی کونسل کو ایک خود مختار ادارہ ہونا چاہیئے، جو اپنے لائحہ عمل کے تعین میں آزاد ہو اور وقت کے بدلتے تقاضوں اور حالات کے مطابق اپنے لئے گائیڈ لائن مرتب کرے کیونکہ موجودہ تقاضے بدل رہے ہیں۔ کونسل کو طے کرنا ہے کہ مزید کیا کرنا ہوگا۔

قانون سازی کے عمل میں کونسل کی سفارشات حاصل کرنا لازمی قرار دیا جانا چاہیئے۔ مقنّنہ کے بل کے مسودے کے ساتھ کونسل کی گائیڈ لائن بھی ہونی چاہیئے تاکہ مقنّنہ کے اراکین کے لئے اسلامی اصولوں کے مطابق قانون سازی آسان ہو۔ موجودہ صورت میں کونسل کی سفارش حاصل کرنا حکومت کے لئے اختیاری عمل ہے۔ کونسل کو از خود کارروائی کا بھی اختیار ہونا چاہیئے۔ اگر وہ سمجھے کہ کوئی بل یا مسودہ قانون اسلام کے منافی ہے، تو وہ صوبائی یا قومی اسمبلی کو اس سلسلے میں اپنی رائے سے آگاہ کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ معاشرے کی اصلاح کے لئے جب کونسل محسوس کرے تو حکومت کو قانون سازی کا مشورہ دے۔ نیز حکومتی اداروں میں اسلامی اصولوں کی پاسداری پر بھی نظر رکھ سکے۔ اور اس سلسلے میں وقتاً فوقتاً اپنی سفارشات پیش کرے۔

کونسل کو ایک بین الاقوامی معیار کا تحقیقی ادارہ ہونا چاہیئے۔ جہاں ضروری تحقیقی سہولتیں میسر ہوں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ عملہ مستقل بنیادوں پر کام کرے، جو دنیا بھر میں ہونے والی اسلامی قانون سازی کے موضوع پر تحقیقی کام کو جمع کرنے کے ساتھ ساتھ کونسل کے ارکان کی سہولت کے لئے مختلف رپورٹس اور ریفرنس بھی مہیا کرے۔ اس مقصد کے لئے کونسل کے لئے بجٹ میں ایک خاص حصہ مختص کیا جائے تاکہ کونسل کسی مالی مشکلات کے بغیر اپنا کام انجام دے۔ کونسل نہ صرف قانون سازی کرے بلکہ دنیا بھر میں اسلام کے خلاف پھیلائی جانے والی بے بنیاد باتوں اور منفی پروپیگنڈے کے تدارک کی بھی کوشش کرے۔ اس سلسلے میں کونسل میڈیا کے مختلف ذرائع استعمال کرسکتی ہے۔ اس کے علاوہ کونسل کو مسلمانوں میں اتحاد و اخوت کے فروغ اور فرقہ وارانہ منافرت کے خاتمے کے لئے بھی عملی کوشش کرنی چاہیئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر سعید الرحمن ملتان

اس کونسل کے ساتھ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس نے جو بھی کیا ہے، اسے منظر عام پر نہیں لایا گیا، آئین کے مطابق یہ ادارہ کسی مسئلے پر اپنی سفارشات تیار کرتا ہے تاکہ انہیں پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے۔ اس کے کام کے حوالے سے اگر کوئی بات منظر عام پر آتی ہے، تو وہ صرف اسی صورت میں کہ چیئرمین یا کوئی رکن اگر کسی انٹرویو میں کسی چیز کا ذکر کر دے۔ تاہم میرا ذاتی خیال ہے کہ اس کے کام کو منظر عام پر آنا چاہیے، موجودہ اسلامی نظریاتی کونسل کچھ چیزیں عوام میں لا رہی ہے۔ مثلاً ضیاء الحق کے زمانے میں کریمنل لاز پر بات ہوئی۔ زکوٰۃ کے حوالے سے بھی کچھ پہلو عوام کے سامنے آئے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے چارٹر کے مطابق اس کا کام محض سفارشات دینا ہی نہیں تھا بلکہ بہت سے غیر اسلامی رسم و رواج جو ہماری سوسائٹی کا حصہ بن چکے ہیں، ان کے متعلق لوگوں کی ذہن سازی کرنا بھی تھا۔ جہیز، وٹہ سٹہ، ونی، جبری مشقت یہ ایسی چیزیں ہیں کہ ان پر قانون سازی سے زیادہ لوگوں کا ذہن تبدیل کرنے کی ضرورت ہے لیکن بدقسمتی سے اسلامی نظریاتی کونسل اس پہلو پر کام نہیں کر سکی، اس لئے ہمیں سوسائٹی میں اس کا کوئی کردار نظر نہیں آتا۔ ایک اور اہم بات جس کا ذکر ضروری ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے مختلف ادوار میں ایک ہی مسئلے پر مختلف آراء دے کر بھی اپنی کریڈیبلٹی کو سوالیہ نشان بنا دیا، پھر مختلف حکومتوں کی بھی اسلامی قوانین کے حوالے سے اپنی ترجیحات رہیں، اگر کوئی حکومت نظام زکوٰۃ نافذ کرنا چاہتی ہے، تو اس نے یہ سفارشات اسمبلی کے ذریعے یا آرڈیننس سے پاس کروا لیں باقی کو چھوڑ دیا۔

سید حامد سعید کاظمی ملتان

اسلامی نظریاتی کونسل بنیادی طور پر ایک اجتہادی ادارہ ہے۔ ڈیڑھ ہزار برس پہلے کی بعض چیزیں آج قابل عمل نہیں ہیں یا ان کی شکل اور ضرورت بالکل تبدیل ہو گئی ہے۔ مثلاً عورتوں کے مسجد جانے پر پابندی کے حوالے پر ہی بات کر لیں، تو کچھ علماء کا خیال ہے کہ یہ پابندی جن حالات میں لگائی گئی تھی وہ اور تھے آج کے تقاضے اور ہیں۔ لہٰذا اس مسئلے پر اجتہاد کیا جا سکتا ہے۔ بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حدود میں رہتے ہوئے ماحول اور وقت کے مطابق اگر کہیں ترمیم واضافے کی گنجائش ہو تو کی جاسکتی ہے، لیکن بنیادی بات یہ ہے کہ کونسل میں ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو علم اور تقویٰ میں ممتاز ہوں۔ اب ذرا اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹس کے بارے میں بات ہو جائے۔ کونسل کی سفارشات پر ''کانفیڈنشل'' لکھا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں قانون سازی کرتے وقت اس کے خدوخال، جزئیات اور اثرات پر غور نہیں کیا جاتا بلکہ ہر معاملے کو سیاسی بنادیا جاتا ہے، لہٰذا اس لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ سفارشات کو پارلیمنٹ میں نکھر کر اور سنور کر سامنے آنے تک خفیہ رکھا جائے۔ لیکن اگر ان سفارشات پر قانون سازی تو دور کی بات، ان پر پارلیمنٹ میں بحث ہی نہیں ہوتی، تو اتنی محنت سے تیار ہونے والے تحقیقی کام کا بند الماریوں میں پڑے رہنا بھی ٹھیک نہیں، اسے منظر عام پر لایا جانا چاہیے۔

جمشید حیات ملتان

آئین کے تحت کونسل کو ہر سال پارلیمنٹ کو عبوری رپورٹ پیش کرنا ہوتی ہے، اس رپورٹ پر بحث ہوتی ہے اور آئین کے تحت سفارشات پر دو سال میں قانون سازی بھی ضروری ہے لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا، سب سے افسوس ناک بات یہ ہے کہ آئین کے آرٹیکل 230 کے سب آرٹیکل 3 کے مطابق صدر، وزیراعظم، گورنر یا قومی اسمبلی کی جانب سے کونسل کو بھیجے گئے مجوزہ بل کے بارے میں کونسل کو 15 روز کے اندر جواب دینا ہوتا ہے کہ یہ اسلامی احکامات کے مطابق ہے یا نہیں یا یہ کہ اس پر غور و تحقیق کو کتنا عرصہ لگے گا، لیکن اسی آرٹیکل کے مطابق اگر پارلیمنٹ، صدر یا گورنر بہتر سمجھیں تو وہ کونسل کی رائے آنے سے پہلے اسے نافذ کر سکتے ہیں۔ اسی آرٹیکل کی وجہ سے تو یہ کونسل پیدا ہوتے ہی مر گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی سفارشات الماریوں میں بند ہیں، پھر اس ادارے کو ہر حکومت نے سیاسی رشوت کے طور پر استعمال کیا۔ یہ سلسلہ بند ہونا چاہیے، میری رائے میں اس کی مدت تین سال سے بڑھا کر پانچ سال یعنی قومی اسمبلی کی مدت کے برابر کی جائے کیونکہ کونسل اور پارلیمنٹ کا براہ راست تعلق ہے۔ کونسل کا کردار بڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ اعلیٰ عدالتوں کو اختیار دیا جائے کہ وہ کسی مسئلے یا قانون کا اسلامی پہلو، پس منظر یا اس کی روح سمجھنے کے لئے اسے براہ راست اسلامی نظریاتی کونسل کو بھیج سکیں۔ دوسری بات یہ کہ ہمارے ملک میں سول جج کی سطح سے لے کر اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کی اکیڈمیاں موجود ہیں۔ ضروری ہے کہ ان اکیڈمیوں میں کونسل کے ارکان کا لیکچر رکھا جائے۔

اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ کونسل کی تمام سفارشات پر پارلیمنٹ میں بحث ہو اور انہیں پارلیمنٹ میں بھیجنے سے قبل عوام میں کھلی بحث کے لئے پیش کیا جائے کیونکہ جمہوریت بھی اسی کا نام ہے۔

راشد رحمن ملتان

سوال یہ ہے کہ ایسے اداروں سے لوگوں کو کیا فائدہ مل رہا ہے، تو جناب عام آدمی کو تو ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا۔ آئین میں درج ہے کہ قرآن وسنت کی تشریح وتعبیر پرسنل لاء کے مطابق ہوگی یعنی کسی مسئلے کے بارے میں کوئی فرقہ قرآن و سنت کی جو تشریح وتعبیر پیش کرتا ہے، اسے اس کے لئے درست سمجھا جائے گا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ایک فقہ میں مختلف شخصیات ایک جیسے مسائل پر مختلف آراء رکھتی ہیں، تو یہ کون طے کرے گا کہ کون سی تشریح درست اور پورے فقہ کے لئے قابل قبول ہوگی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے لوگوں کو تقسیم کر دیا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا دائرہ کار کیا ہے، اسے بڑھایا جائے یا گھٹایا جائے، اس کی کارکردگی کیسی رہی وغیرہ میرا یہ ایشو نہیں ہے، یہ ان کا مسئلہ ہے جو اس کونسل کو قائم کرنا چاہتے ہیں اور میرا ایشو یہ ہے کہ لوگوں کو اس کا کوئی فائدہ نہیں اور جو ادارے عوام کے لئے مفید نہ ہوں، انہیں قائم رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں وفاقی شرعی عدالت موجود ہے اور اسے یہ بھی اختیار ہے کہ وہ کسی قانون کو غیر اسلامی قرار دے سکتی ہے اور اس نے ایسا کیا بھی، پھر ایک جیسے مزید ادارے بنانے کی کیا ضرورت ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل یا شریعت کورٹ نے کبھی وٹہ سٹہ کو غیر اسلامی قرار نہیں دیا۔ کبھی ونی کے خلاف آواز نہیں اٹھائی، بچہ مزدوری کے خلاف کوئی نہیں بولتا، جب کوئی ایشو کھڑا ہو جاتا ہے، تو پھر کوئی صاحب دبی زبان میں اپنی رائے دیتے ہیں کہ جی ہاں یہ غیر اسلامی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے بارے میں کہا گیا کہ یہ اس بات کا جائزہ لے گی کہ کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف تو نہیں بن رہا۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا پارلیمنٹ سور کی خرید و فروخت کو جائز قرار دے سکتی ہے؟ نہیں دے سکتی کیونکہ یہ بات عوامی منشاء کے خلاف ہے، لوگ اپنے عقائد میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتے۔ ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ لوگ روزہ رکھنے اور عید پڑھنے کا فیصلہ بھی خود کر لیتے ہیں، وہ رویت ہلال کمیٹی یا کسی اور حکومتی ادارے کی ڈکٹیشن نہیں لینا چاہتے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ریاست کو لوگوں کے مذہبی عقائد میں نہیں الجھنا چاہیے، بلکہ اس کے کرنے کے لئے اور بہت سے کام ہیں۔ جیسے غربت کا خاتمہ، بے روزگاری، ناخواندگی وغیرہ۔

قاضی انور ایڈووکیٹ پشاور

اس وقت پاکستان کے آئین کی رو سے دو ادارے اسلامی نظریاتی کونسل اور فیڈرل شریعت کونسل الگ الگ کام کر رہے ہیں، لیکن دونوں کا دائرہ کار ایک ہے لہٰذا اس صورت حال میں اسلامی نظریاتی کونسل کے ادارے کی کوئی ضرورت نہیں لہٰذا فیڈرل شریعت کونسل کو مؤثر بنا کر اسلامی نظریاتی کونسل کو توڑ دیا جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل میں ہر صوبے سے دس دس علماء کو شامل کیا گیا ہے، جو ہائی کورٹ کے ججوں کے برابر تنخواہیں اور مراعات حاصل کر رہے ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل سے عوام براہ راست رجوع نہیں کر سکتے بلکہ صدر اور گورنر جو قوانین اسلامی نظریاتی کونسل کے پاس بھیجتے ہیں، وہ ان کا اسلامی نکتہ نظر سے جائزہ لیتی ہے۔ آئین کی رو سے اسلامی نظریاتی کونسل اور فیڈرل شریعت کونسل کا کردار ایک ہی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل میں دوسرے ارکان کی نامزدگی کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اس کے ارکان کی تعداد پہلے ہی سے بہت زیادہ ہے اور قومی خزانہ پر بوجھ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پاکستان میں ایک بھی قانون اسلامی نہیں، لیکن اس سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے ابھی تک کچھ نہیں کیا گیا، جس کی وجہ سے یہ کونسل اپنی افادیت کھو بیٹھی ہے۔

ڈاکٹر قبلہ ایاز پشاور

جیسا کہ کونسل کے نام سے ظاہر ہے اس کا مقصد ملک میں رائج قوانین کو اسلامی اصولوں کے مطابق کرنا ہے لیکن بعض موقعوں پر کونسل سیاسی مصلحت یا کسی دوسری وجہ سے ایسے لوگوں کو رکنیت دیتا ہے، جو اس عہدے کے اہل افراد نہیں ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے کونسل کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے بہر حال کونسل کے قیام سے لے کر اب تک کی کارکردگی اچھی ہے۔

کونسل کو ملکی قوانین اسلامی ڈھانچے میں ڈھالنے سے پہلے قومی اور بین الاقوامی حالات کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے اور ملک میں قانون کے نفاذ سے پہلے ایسی فضاء بنانی چاہیے کہ عوام نئے قانون کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو سکیں۔ بصورت دیگر کوئی بھی شخص اسلامی نظریاتی کونسل کے فیصلوں کو تسلیم نہیں کرے گا۔ کونسل کو ملکی اتحاد، یگانگت اور یکجہتی کے لئے بھی کوششیں کرنی چاہئیں کیونکہ عوام کے دلوں میں کونسل کے فیصلوں اور احکامات کی قدر ہے، اس لئے کونسل کو دیگر معاملات کے ساتھ ملکی ترقی میں بھی اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ کونسل میں نااہل افراد کو رکنیت نہ دی جائے۔

> کونسل کو مزید مؤثر بنانے کے لئے اسے خود مختار ادارہ ہونا چاہئے۔ اسے مشورہ دینے کے ساتھ جواب طلبی کا بھی حق ہونا چاہئے۔ اس کے ساتھ معیارات کی پابندی ہونی چاہئے تاکہ اس کا علمی وتحقیقی معیار مجروح نہ ہو۔

ضیاء الحق سرحدی پشاور

اسلامی نظریاتی کونسل کے قیام سے لے کر اب تک اس کا کردار نہایت ہی مایوس کن رہا ہے۔ کونسل کے قیام کا بنیادی مقصد ملک میں رائج قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے کونسل کو اپنی سفارشات مرتب کرنا تھا لیکن اسلامی نظریاتی کونسل نے کسی بھی قانون کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے کچھ بھی نہیں کیا، جب کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے کسی بھی قانون کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے مسئلے کو مزید گھمبیر بنایا گیا۔

عبد الرحیم آفریدی پشاور

اسلامی نظریاتی کونسل کی کارکردگی صفر کے برابر ہے، اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے ابھی تک ایسے قوانین وضع نہیں کیے گئے جن سے ملک سے ظلم و ناانصافی، جبر اور لوٹ کھسوٹ کا خاتمہ ہو سکے، جب کہ ملک کے مظلوموں اور غریبوں سے ہونے والی ناانصافیوں کا ازالہ ہو سکے اور نہ ہی ایسے قوانین وضع کئے گئے کہ کوئی بھی کارخانہ دار کسی مزدور اور کوئی بھی جاگیر دار کسی مزارع کی حق تلفی نہ کر سکے اور ملک کے مزدوروں اور غریب ملازمین کو ان کی محنت کا صحیح معاوضہ مل سکے۔ قبائلی علاقے جو پاکستان کا حصہ ہیں، وہ پاکستان کی آزادی کے 58 برس بعد بھی انصاف سے محروم ہیں اور ان پر فرنگی دور کا کالا قانون مسلط ہے۔ پورے ملک میں قبائل اتنے بدقسمت ہیں کہ وہاں جب کوئی شخص جرم کرتا ہے، تو جرم کرنے والے مجرم کو سزا دینے کی بجائے اس کی سزا پورے قبیلہ کو دی جاتی ہے، جو سراسر غیر اسلامی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کو ایف سی آر کے کالے قانون کے خاتمے کے لئے قوانین میں فوری ترامیم کرنی چاہئیں۔

مولانا عبد اللہ خلجی کوئٹہ

اسلامی نظریاتی کونسل بلاشبہ قابل تعریف ہے۔ حدود آرڈیننس، عشر زکوۃ کا نظام، جمعہ کی چھٹی، شراب پر پابندی، قصاص کا قانون اس کی رپورٹوں کے مطابق تیار ہوا۔ پاکستان میں شاتم رسول یعنی توہین رسالتؐ کے قانون کی سفارش اسلامی نظریاتی کونسل نے کی تھی۔ کونسل بعض معاشرتی اور سنگین مسائل پر از خود کام کر رہی ہے، جن میں کاروکاری کا مسئلہ اور قرآن سے شادی کا مسئلہ سرفہرست ہے۔ اس کونسل کی سفارشات کو دنیا بھر کے اسلامی ملکوں میں نظیر اور مثال قرار دے کر ان پر عمل کیا جا رہا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے حالیہ زلزلہ کی تباہی پر بہت سے اقدامات کئے اور فتویٰ دے کر شرعی مسئلہ بتایا کہ صدقہ، فطر، زکوۃ، خیرات کے مستحق زلزلہ زدگان ہیں۔ واجب حج کے علاوہ نفلی حج اور عمرہ کی رقم متاثرین کو دینا زیادہ ثواب ہے۔ اس طرح واجب قربانی کے علاوہ نفلی قربانی کی رقم بھی متاثرہ مسلمان بھائیوں کو دی جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے دینی مسائل پر ہمیشہ امت کی رہنمائی کی ہے۔

پروفیسر اشرف شاہین قیصرانی کوئٹہ

73ء کے آئین میں بھی یہ بات موجود ہے کہ دس سال میں پاکستان کو مکمل اسلامی ملک بنا دیا جائے گا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کو ملک کے معاشی اور معاشرتی مسائل پر سفارشات دینی چاہئیں۔ اس نے ملک میں طبقاتی نظام تعلیم کو ختم کرنے کی سفارش کی۔ اس پر بھی آج تک عملدرآمد نہیں ہوا۔ کونسل کو مزید مؤثر ادارہ بنانے کے لئے اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بنایا جائے، اس کی سفارشات کو قانونی حیثیت دی جائے، اس کو سپر ادارہ بنایا جائے تاکہ پارلیمنٹ اس کی سفارشات کو نظر انداز نہ کرے۔

عبد العزیز خان خلجی ایڈووکیٹ کوئٹہ

اسلامی نظریاتی کونسل کی کارکردگی اپنے قیام سے لے کر اب تک نہایت مایوس کن رہی ہے میرے خیال میں اس کی دو وجوہات ہیں:

(ا) اگرچہ یہ ایک آئینی ادارہ ہے، لیکن اس کی حیثیت ایک مشاورتی ادارے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی ہے۔ یہ خود کوئی حکم نافذ نہیں کر واسکتا نہ اسے قرآن وسنت سے متصادم کوئی قانون کالعدم یا نافذ کرنے کا اختیار ہے۔ یہ ایک مشاورتی ادارہ ہے، لیکن اس کی مشاورت کو بھی ثانوی حیثیت دی گئی ہے۔ اس طرح یہ ایک بے اختیار ادارہ بن گیا ہے۔

(۲) کونسل شروع ہی سے حکومت وقت کے زیر اثر رہی ہے، اسے ایک آزاد ادارہ نہیں بنایا جاسکا۔ حکومت وقت نے مصلحت کے تحت اکثر نااہل لوگوں کو اس کا رکن بنایا، جنہیں خود اسلام کے بنیادی اصولوں سے واقفیت نہیں، نہ انہیں جدید اور قدیم مسائل کا ادراک تھا۔ نہ قیاس اور اجتہاد کے اصولوں سے واقف تھے۔ ایسے لوگوں سے ادارے کی اچھی کارکردگی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

کونسل کے اراکین کو ملک کے اہم دینی اداروں اور اسلامی مراکز کے ساتھ رابطہ کرنا چاہیے تاکہ اسلام کے صحیح رہنما اصول مرتب کر کے انہیں عملی جامہ پہنایا جائے۔ اس کے علاوہ کونسل کی چاروں صوبوں میں فوری طور پر شاخیں قائم کی جائیں۔ رویت ہلال کمیٹی اور دیگر مذہبی معاملات کو کونسل کے احکامات کی روشنی میں طے کیا جائے۔ اسمبلی اور عدلیہ قانون سازی اور قانون پر عمل درآمد کے وقت اسلامی نظریاتی کونسل سے مشورہ قانون سازی اور فیصلے کرے۔ کونسل میں اسلامی قوانین کے اعلیٰ ماہرین، محدثین اور مفتیان کرام کو شامل کیا جائے۔ محتسب کا ادارہ بھی کونسل کے ساتھ منسلک کیا جائے، کونسل کو سیاسی اثر ورسوخ سے بھی آزاد کر کے ایک بااختیار ادارہ بنایا جائے۔

ابو عمار زاہد الراشدی گوجرانوالہ

اسلامی نظریاتی کونسل ایک آئینی ادارہ ہے، جسے اس غرض سے تشکیل دیا گیا تھا کہ دستور پاکستان میں ملک کے تمام مروجہ قوانین کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھالنے کی جو ضمانت دی گئی ہے، اس کی تکمیل کے لیے حکومت پاکستان کی مشاورت کرے۔ اس کی عملی شکل یہ ہے کہ جدید قانون کے ممتاز ماہرین اور جید علمائے کرام پر مشتمل ایک کونسل تشکیل دی جاتی ہے، جو حکومت کے استفسار پر یا اپنے طور پر ملک میں رائج کسی بھی قانون کا اس حوالے سے جائزہ لیتی ہے کہ وہ قرآن وسنت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اور اگر وہ اس قانون کو اسلامی تعلیمات کے منافی تصور کرتی ہے تو اس کی خامیوں کی نشاندہی کرتی ہے اور اس کے متبادل قانون کا مسودہ ایک سفارش کی صورت میں مرتب کر کے حکومت کے سپرد کرتی ہے۔ دستور کی رو سے حکومت اس بات کی پابند ہے کہ وہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر کو قومی یا صوبائی اسمبلی میں پیش کر کے اس کے مطابق قانون سازی کرے۔

۱۹۷۳ء کے دستور سے قبل یہ ادارہ ''اسلامی مشاورتی کونسل'' کے نام سے اور اس سے پہلے ''تعلیمات اسلامی بورڈ'' کے نام سے قائم رہا ہے اور ملک کے بہت سے سرکردہ ماہرین قانون اور ممتاز علمائے کرام مختلف اوقات میں اس میں خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنے قیام کے بعد سے اب تک سینکڑوں قوانین کا جائزہ لیا ہے اور ان کے بارے میں اپنی تجاویز اور سفارشات مرتب کر کے پاکستان کے سامنے پیش کی ہیں، جس کے حوالے دستور کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں متعلقہ اسمبلیوں میں پیش کر کے قانون سازی کے مرحلے سے گزارا جائے، ابھی تک تشنۂ تکمیل ہے، بلکہ اب تک یہ صورت حال رہی ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات اور اس کے مرتب مسودہ ہائے قوانین کی پیشانی پر ''صرف سرکاری استعمال کے لیے'' کا لیبل چسپاں کر کے اس کی اشاعت کو شجر ممنوعہ قرار دیا جاتا ہے، لیکن جب ڈاکٹر محمد خالد مسعود اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین بنے ہیں یہ صورت حال قدرے تبدیل ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف جھنگ کے رہنے والے ہیں اور روزنامہ ''جنگ'' کراچی کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر محمود شام صاحب کے بھائی ہیں۔ ان کے والد بزرگوار کا تعلق جمعیت علمائے اسلام سے تھا اور وہ ضلع کی سطح پر جمعیت کے متحرک حضرات میں شامل رہے ہیں۔

ڈاکٹر خالد مسعود کا شمار ممتاز اسلامی سکالروں میں ہوتا ہے۔ وہ قدیم وجدید دونوں قسم کے علوم پر دسترس رکھتے ہیں۔ مختلف علمی اداروں میں کام کرتے رہے ہیں اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ وہ ان ارباب دانش میں سے ہیں، جو اسلامی تعلیمات واحکام کو جدید اسلوب میں ڈھالنے اور آج کی زبان میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کی خواہش اور جذبہ رکھتے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں توسع بھی رکھتے ہیں، جس کے بارے میں دینی حلقے کسی حد تک تحفظات کا شکار ہیں، جبکہ جدت پسند طبقے ان سے بہت سی توقعات وابستہ کیے بیٹھے ہیں۔

ڈاکٹر خالد مسعود جب سے اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین بنے ہیں، کونسل کو عوامی بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، نیز کونسل سے ہٹ کر علمائے کرام اور دانش وروں کے وسیع حلقے کو اپنی مشاورت کے دائرے میں شامل کرنے کی تگ ودو میں مصروف ہیں۔

ڈاکٹر خالد مسعود صاحب ایک عملی آدمی ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ اس سمت میں پیش رفت کے جذبے، حوصلے اور صلاحیت سے بہرہ ور ہیں، مگر ان کے لیے آزمائش کا یہ مرحلہ بہت کٹھن ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سربراہی کے منصب پر خود کو کس کے نمائندے کے طور پر متعارف کراتے ہیں۔ حکومتی حلقوں، جدت پسند طبقوں اور روایتی دینی وعلمی حلقوں کی نظریں ان پر لگی ہوئی ہیں۔ میرے خیال میں اگر وہ خود کو ان میں کسی کھاتے میں ڈالنے کی بجائے ان تینوں کے درمیان اعتماد کا توازن قائم رکھ سکیں تو یہ ان کی بڑی کامیابی ہوگی اور اسلامی نظریاتی کونسل کے لیے بھی یہ بات یقیناً نیک فال ثابت ہوگی۔

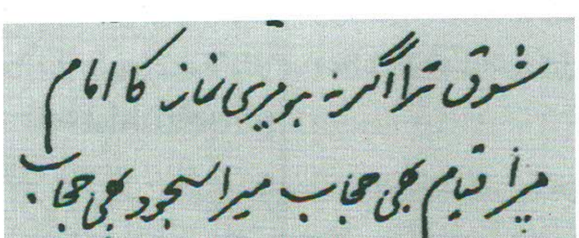

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

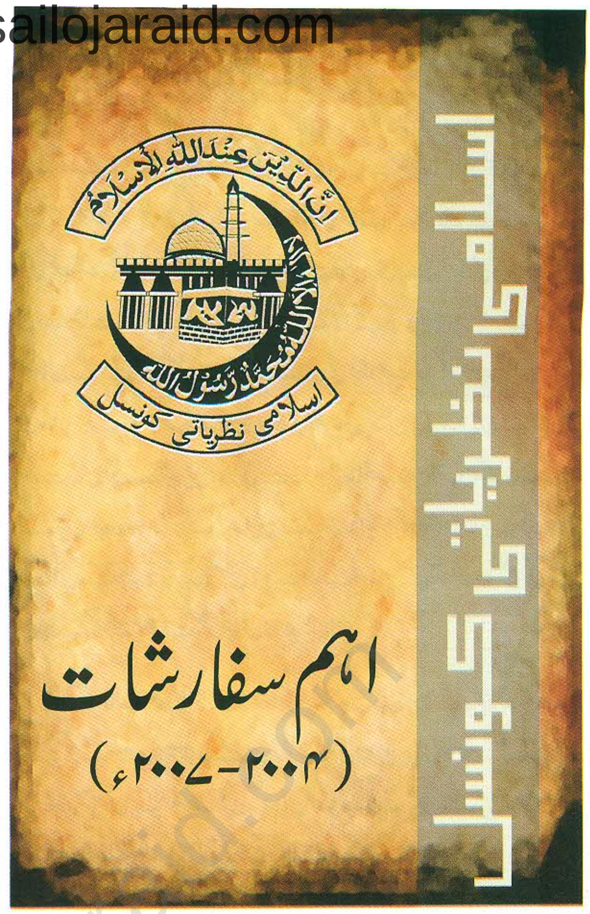

۲۰۰۴ء-۲۰۰۷ء میں منعقد مختلف اجلاسوں میں اسلامی نظریاتی کونسل نے مندرجہ ذیل اہم سفارشات حکومت کو پیش کیں۔ ان میں سے بعض پر حال ہی میں حکومت پاکستان نے قانون سازی کر کے انہیں ملکی قوانین کا حصہ بنا دیا ہے۔ امید ہے کہ باقی سفارشات پر بھی جلد غور کر کے حکومت ان کے بارے میں قانون سازی کرے گی۔ موجودہ کونسل نے ۱۶/ جون ۲۰۰۴ء سے کام شروع کیا۔ ہر سال چار اجلاس منعقد ہوئے۔ ہر سفارش کے ساتھ اس اجلاس کی تاریخ درج کر دی گئی ہے جب یہ اجلاس منعقد ہوا۔

۱- ۱۹۷۷ء سے ۱۹۹۰ء تک مجریہ تمام قوانین کا جائزہ مکمل کیا ایسے قوانین کی نشاندہی کی، جہاں قرآن وسنت سے عدم مطابقت کی وجہ سے ترمیم ضروری ہے۔

۲- گورنر سرحد کی طرف سے حسبہ بل کے بارے میں استفسار پر کونسل نے مشورہ دیا کہ اس قانون میں بہت سے ایسے امور شامل ہیں جو معروف نہیں ہیں اور جن پر لوگ متفق نہیں، انہیں حسبہ بل میں شامل کرنے سے حسبہ کا ادارہ فروعات میں الجھ کر رہ جائے گا اور شریعت کو بے وقار بنانے کا باعث ہوگا۔ (۱۳/ اگست ۲۰۰۴ء)

۳- غیر مسلموں کے لیے شراب کے استعمال کی پابندی کو قرآن وسنت کے خلاف قرار دیتے ہوئے حدود آرڈی ننس (۱۹۷۹ء امتناع شراب) میں ترمیم کی سفارش کی۔ (۳۰/ مئی ۲۰۰۵ء)

۴- قرآن پاک سے شادی کی رسم کو مستوجب سزا جرم قرار دیتے ہوئے قانون سازی کی سفارش کی۔ (۳۰/ مئی ۲۰۰۵ء)

۵- بین الاقوامی ویانا معاہدہ برائے سفارتی تعلقات کے احترام کی تائید کرتے ہوئے قتل کے مرتکب سفارت کار کو اس کے ملکی قانون کے مطابق سزا دینے اور مقتول کے وارثوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق دیت ادا کرنے کی سفارش کی۔ (۳۰/ مئی ۲۰۰۵ء)

۶- عورتوں کے حق وراثت کے بارے میں کونسل نے سفارش کی کہ قانون وراثت کے تحت خواتین کے نام ان کے موروثی حصہ جائیداد کی منتقلی کو یقینی بنانے کے لیے قانون سازی کی جائے۔ (۲۳/ نومبر ۲۰۰۴ء)

۷- ازدواجی زندگی کو تباہ ہونے سے بچانے کیلئے نکاح نامہ فارم پر نظرثانی کی سفارش کی کہ دولہا سے متعلق کالم نمبر ۲۱ میں نئی شق ''الف'' کا اضافہ کیا جائے اور دولہا کے طلاق دہندہ/ طلاق یافتہ یا رنڈوا ہونے کی حیثیت کو واضح کیا جائے اور اس فارم میں سابقہ/ مرحوم بیوی/ بیویوں سے بچوں کی تعداد کا اندراج یقینی بنائے جانے کے بارے میں سفارشات کیں۔ (۳۰/ مئی ۲۰۰۵ء)

۸- مرکزی زکوٰۃ فنڈ سے سرمایہ کاری کے بارے میں استفسار پر کونسل نے سفارش کی کہ جمع شدہ زکوٰۃ کو فی الفور تقسیم کیا جائے۔ (۱۸/ مارچ ۲۰۰۵ء)

۹- کونسل نے تائید کی کہ عدالت کی طرف سے دی گئی سزا کو معاف کرنے کا اختیار صرف صدر کو حاصل ہونا چاہیئے۔ (۲۷/ مارچ ۲۰۰۶ء)

۱۰- کونسل نے سفارش کی کہ بیت المال میں پاکستان کی اقلیتوں کا بھی حصہ ہے۔ (۲۷/ مارچ ۲۰۰۶ء)

۱۱- حدود آرڈی ننس پر غور کرتے ہوئے کونسل نے طے کیا کہ قرآن وسنت اور شریعت مطہرہ میں مقرر کردہ عقوبات/ حدود کی سزاؤں کے تصور پر مبنی قوانین کی از سر نو تسوید کر کے انہیں تعزیرات پاکستان اور ضابطہ فوجداری کا حصہ بنا دیا جائے۔ (۲۷/ جون ۲۰۰۶ء)

۱۲- کونسل نے سفارش کی کہ خواتین کو جیل میں نہ رکھا جائے قوانین حدود کے تحت جو خواتین جیل میں ہیں، انہیں ضمانت پر رہا کیا جائے۔ (۲۷/ جون ۲۰۰۶ء)

۱۳- کونسل نے سفارش کی کہ غیر مسلموں کی مالی امداد کے لیے ایک خاص فنڈ قائم کیا جائے۔ (۲۷/ ستمبر ۲۰۰۵ء)

۱۴- کونسل نے سفارش کی کہ خواتین کے خلاف امتیازی قوانین کو ختم کیا جائے۔ کونسل نے تحفظ حقوق نسواں بل کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ یہ خواتین کے اسلامی حقوق کی طرف ایک اہم قدم ہے اور اس بل میں کوئی شق قرآن وسنت کے منافی نہیں، تاہم اس کو مزید بہتر اور مؤثر بنانے کے لیے ترمیم کی جا سکتی ہے۔ (ہنگامی اجلاس، ۳۰/ نومبر ۲۰۰۶ء)

۱۵- سزائے موت پر عمل درآمد کے طریق کار کے بارے میں سپریم کورٹ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرف سے موصولہ استفسار پر کونسل نے سفارش کی کہ مجرم کو کسی ایسے طریقے سے سزائے موت دی جا سکتی ہے، جس سے اسے کم سے کم تکلیف ہو۔ (۲۰/ دسمبر ۲۰۰۶ء)

۱۶- کونسل نے متبنی بچوں کے سرپرست کی رجسٹریشن کرنے کی سفارش کی (۲۰/ دسمبر ۲۰۰۶ء)

۱۷- لاوارث بچوں کی رجسٹریشن کے لیے کونسل نے سفارش کی کہ والدین کے خانے میں معروف نام لکھے جائیں لیکن یہ لاوارث بچوں کے لیے مخصوص نہ ہوں، البتہ اگر رجسٹریشن کے وقت یہ بچے کسی کی سرپرستی میں ہوں تو سرپرست کا نام بھی رجسٹر کیا جائے۔ (۲۰/ دسمبر ۲۰۰۶ء)

۱۸- کونسل نے ملک میں بڑھتی ہوئی لاقانونیت اور مذہبی تشدد پسندی پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے علماء کرام اور مشائخ عظام سے اپیل کی کہ وہ سیرت کی محافل میں فرقہ واریت، مذہبی انتہا پسندی اور قانون کو ہاتھ میں لینے کے رجحانات کی مذمت کریں۔ (۳۰/ مارچ ۲۰۰۷ء)

۱۹- کونسل نے حکومت پاکستان سے پرزور سفارش کی کہ وہ حکومتی اداروں میں قانون کی پابندی کو یقینی بنائے، جو مذہبی تنظیمیں قانون ہاتھ میں لے کر ملک میں امن وامان کی فضا خراب کر رہی ہیں، ان کی حوصلہ شکنی کر کے قانون کی بالادستی قائم کرے۔ (۳۰/ مارچ ۲۰۰۷ء)

۲۰- زنا کی انتہائی سزا سو کوڑے اور چوری کی انتہائی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ یہ سزائیں اسی وقت دی جائیں گی، جب جرم اپنی نوعیت کے لحاظ سے اور مجرم اپنے ذاتی، تمدنی اور سماجی حالات کے لحاظ سے کسی رعایت کا مستحق نہ ہو۔ عدالت ان اعتبارات سے کسی مجرم کو رعایت کا مستحق سمجھے تو وہ اسے کوئی کم تر سزا بھی دے سکتی ہے۔ (۳۰/ مارچ ۲۰۰۷ء)

۲۱- زنا بالرضا اور زنا بالجبر دو الگ الگ جرم ہیں۔ عورت اگر اپنے ساتھ زنا بالجبر کی شکایت لے کر آئے، تو اس سے چار گواہوں کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا، اس صورت میں وہ مستغیث ہے اور ریاست پابند ہے کہ اس کے خلاف اس جرم کی تحقیق کرے، مجرم کو پکڑے اور کسی بھی طریقے سے جرم ثابت ہو جائے، تو مجرم کو سزا دے۔ (۳۰/ مارچ ۲۰۰۷ء)

۲۲- زنا بالرضا کے جرم میں اگر چار گواہ پیش نہ کیے جا سکیں، تو ملزم باعزت طور پر بری ہو جائے گا۔ زنا کے الزام میں اس کو پھر کسی دوسرے قانون کے تحت سزا نہیں دی جا سکتی الا یہ کہ معاملہ لعان کا ہو اور ملزم قسمیں کھانے سے انکار کر دے یا اپنے جرم کا خود اقرار کرے یا کسی خاص صورت حال میں اس کا جرم آپ سے آپ ثابت ہو جائے۔ (۳۰/ مارچ ۲۰۰۷ء)

۲۳- حرابہ اور فساد فی الارض کو صرف ڈکیتی تک محدود نہ رکھا جائے۔ قتل، دہشت گردی اور زنا بالجبر کی صورت اختیار کر لے تو ان جرائم کو بھی حرابہ قرار دیا جائے اور ان کے مرتکبین کو ان کے حالات کے لحاظ سے وہ تمام سزائیں دی جائیں، جو قرآن کی سورہ مائدہ میں حرابہ اور فساد فی الارض کے مجرموں کے لیے بیان ہوئی ہیں۔ (۳۰/ مارچ ۲۰۰۷ء)

۲۴- موت کی سزا صرف قتل اور فساد فی الارض کے جرم میں دینی چاہیے، قرآن کا صریح حکم ہے کہ ان دو جرائم کے سوا یہ سزا کسی جرم میں بھی دینا جائز نہیں۔ (۳۰/ مارچ ۲۰۰۷ء)

۲۵- قصاص کے لیے اولیا کی مرضی کوئی اہمیت نہیں رکھتی، وہ ان کی طرف سے معافی کے باوجود لیا جا سکتا ہے، لیکن قاتل کو رعایت دینا پیش نظر ہو تو اولیا کی رضامندی ضروری ہے۔ اس کے بغیر اسے کوئی رعایت نہیں دی جا سکتی۔ (۳۰/ مارچ ۲۰۰۷ء)

۲۶- قتل خطا اور قتل عمد دونوں میں دیت اسلامی شریعت کا واجب الاطاعت حکم ہے لیکن اس کی مقدار، نوعیت اور دوسرے امور میں قرآن کی ہدایت یہی ہے کہ معروف یعنی معاشرے کے دستور اور رواج کی پیروی کی جائے۔ قرآن کے اس حکم کی رو سے ہر معاشرہ اپنے ہی معروف کا پابند ہے اور معروف پر مبنی

> خواتین کو جیل میں نہ رکھا جائے۔ قوانین حدود کے تحت جو خواتین جیل میں ہیں، انھیں ضمانت پر رہا کیا جائے۔

قوانین کے بارے میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ حالات اور زمانہ کی تبدیلی سے ان میں تغیر کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ عاقلہ وغیرہ کی بحثیں اب بالکل بے معنی ہیں۔ مسلمانوں کا نظم اجتماعی اس معاملے میں اپنے حالات و مصالح کے لحاظ سے جو قانون چاہے بنا سکتا ہے۔ (۳۰/ مارچ ۲۰۰۷ء)

۲۷- صرف پانچ جرائم یعنی زنا، قذف، قتل و جراحت، محاربہ اور چوری کی سزا شریعت میں مقرر کی گئی ہے، ان کے علاوہ سب جرائم کا معاملہ مسلمانوں کے نظم اجتماعی سے متعلق ہے، وہ ان کے لیے جو سزا مناسب سمجھے مقرر کر سکتا ہے۔ (۳۰/ مارچ ۲۰۰۷ء)

۲۸- جرائم کی گواہی کے معاملے میں عورت اور مرد یا مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ زنا کی تہمت کے سوا اسلامی شریعت میں گواہی کے لیے کوئی نصاب بھی مقرر نہیں کیا گیا، چنانچہ حدود کے جرائم بھی ان سب طریقوں سے ثابت ہوں گے، جن سے جرم اس زمانے میں ثابت ہوتے ہیں یا آئندہ ہوں گے، مسلمانوں کے نظم اجتماعی پر اس معاملے میں کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی۔ (۳۰/ مارچ ۲۰۰۷ء)

© rasailojaraid.com